"قانون میعاد سماعت پر ایک نظر

ڈاکٹر محمود الحسن عارف

ملک میں انگریز اور انگریزوں کے وضع کردہ جو کالے قوانین نافذ العمل ہیں اور جو ملک کے باشعور اور دانشور طبقہ کیلئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں ایک قانون تحدید میعاد سماعت دعوی((Limitation Act مجریہ ۱۹۰۸ء) بھی ہے۔ یوں تو اس قانون کی متعدد دفعات ہیں مگر اس پورے مجموعہ قوانین کی جان اور روح اس کی دفعہ ۳ ہے لہذا اس قانون پر بحث کرنے سے قبل مناسب ہوگا کہ ہم اس کی اس دفعہ پر ایک نظر ڈال لیں کہ یہ دفعہ کیا کہتی ہے۔

دفعہ ۳: میعاد سماعت گزرنے پر متدائرہ وغیرہ نالشوں کا اخراج :دفعات ۴ تا ۲۵(بشمول)میں مندرجہ شرائط کے تابع ہر نالش متعدائرہ اپیل پیش کردہ اور گزاری ہوئی درخواست بعد میعاد سماعت جواس کیلئے جدول اول کے مطابق مقرر کی گئی ہو خارج ، کی جائے گی۔ اگرچہ میعاد کو جواب دہی کے طور پر پیش نہ کیا گیا ہو۔

اس دفعہ کی رو سے ہر درخواست ایک مقررہ میعاد کے اندر داخل دفتر کرنا ضروری ہے۔ اور اگر اس اپیل کیلئے جو میعاد مقرر کی گئی ہے گزر جائے تو ماسوا چند صورتوں کے جن کی دفعہ ۵ اور دفعہ ۱۴ میں اجازت دی گئی ہےاپیل یا نالش یا مقدمہ خارج تصور ہوگا۔ اس دفعہ کی رو سے برطانوی حکومت نےاپنے اہلکاروں کا وقت بچانےاور انتظامی نظم ونسق کی اصلاح کیلئے جو تین جداول مرتب کی ہیں ان میں جدول اول میں مختلف اقسام کے حقوق میں اپیل، مرافعہ یا نالش کا وقت مختلف رکھا گیا ہے جو تیس دن سے لے کر ساٹھ سال تک ہے۔

قانون ہمارے خیال میں تبدیلی کا متقاضی ہے اور اس قانون سے لوگوں کے حقوق کی پامالی اور دھوکے اور غبن کی صورتیں جنم لے رہی ہیں ۔ ہمارے خیال میں اس قانون میں حسب ذیل سقم یا شرعی نقائص موجود ہیں۔

(۱)اس قانون کا پس منظر اس قانون پر بحث کے ضمن میں پہلی گذارش تو یہ ہے کہ زیر نظر(Limitation Act)ایکٹ اس وقت جاری کیا گیا تھا جب پورے برصغیر پاک وہند پر انگریزوں کا راج تھا۔ اور وہ قانون سازی کیلئے کسی مذہبی حدود وقیود کی بجائے اپنی ذاتی پسند وناپسند کا خیال رکھتے تھے۔اسی لئے انہوں نے یہ قانون انتظامی مصالح کے تحت ترتیب دیا تھا، چنانچہ اس قانون کی تمہید میں تحدیدی قانون کے(Object of the Limitation)کے عنوان سے صاف طور پر کہا گیا ہے، کہ

اس قانون کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی شئی پر مخصوص طویل عرصہ سے قابض ہو تو اس کے قبضہ کو بلامزاحمت برقرار رکھا جائے اور جس مطالبہ یا دعوی کی میعاد ختم ہو چکی ہو، اسے ختم یا ساقط کر دیا جائے، یہ قانون کسی استحقاق کو تقویت دیتا ہے، اور اس کی امداد کرتا ہے اس قانون کے ذریعے کسی فریب کے امکان اور دھوکہ دہی کو ختم کیا گیا ہے، اس قانون کے تحت جب کوئی مطالبہ یا دعوای اندر میعاد مقررہ دائر نہ کیا جائے تو وہ ساقط قرار دیا جاتا ہے۔ یہ قانون مطالبات کی صرف میعاد مقرر کرتا ہے، اس کا مقصد کسی دفعہ پر بحث کرنا نہیں ہے بلکہ وہ صرف میعاد مقرر کرتا ہے جس کے اندر موجود حق کو قانون عدالت میں لائق نفاذ بنایا جاسکتا ہے۔قانون کا مقصد یہ نہیں کہ کسی مقرر میعاد کے اندر کوئی دعوی کیا جائے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ مقررہ میعاد گزر جانے پر میعاد دعوی یا مطالبہ کا عدالت کے ذریعے نفاذ نہ کیا جاسکے،میعاد سماعت کے قانون کی بنیاد یہ ہے کہ قانون مستعد افراد کا معاون ہوتا ہے، سست وغافل افراد کا نہیں، اگر کوئی شخص ایک مدت تک اپنے حقوق کی نسبت غفلت برتے تو اسے مدت گزرنے کے بعد اپنے حق کا دعوی کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ اس طرح وہ شخص جو بلا کسی فریب، جبر وتشدد یا وعدہ خلافی کے کسی شئی یا جائیداد پر کسی مقررہ مدت تک قابض رہے، تو ایسی صورت میں قانون اس کے قبضہ کو بلامزاحمت قائم رکھنے میں اس کی امداد کرے گا تاکہ اس کو بعد گزرنے مقررہ مدت کسی غیر متوقع نالش سے تنگ نہ کیا جائے۔

اس تمہید سے واضح ہوتا ہے کہ قانون میعاد سماعت(Limitation Act)کا مقصد صرف انگریزوں کی انتظامی مصلحتوں کا تحفظ تھا اور یہ کہ اس قانون کی تشکیل وترتیب میں

مذہب اسلام کے اساسی تقاضوں کو ملحوظ نہیں رکھا گیا، اس لئے یہ قانون نئے عصری اور ملی تقاضوں کو پورا نہیں کرتا۔

۲۔ اس کے علاوہ، شرعی نقطہ نگاہ سے اس قانون میں حسب ذیل امور توجہ طلب ہیں۔

(ا)حقوق کی حد بندی اس قانون میں بالخصوص اس کی دفعہ ۳ میں "قابل سماعت حقوق" کو محدود کردیا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ اگر حقوق کا کوئی دعوٰی ایک خاص مدت کے اندر اندر دائر کیا گیا تو عدالت اس مقدمہ کی سماعت کرے گی اور اگر اس مدت کے اندر اس مقدمہ کو عدالت میں پیش نہ کیا گیا تو "عدالتیں ایسے مظلوم یا محروم کو اس کا حق نہیں دلاسکتیں "قابل سماعت حقوق کی، حد بندی، صریحاً" قرآن وسنت "میں پیش کردہ حقوق کے تصور سے متصادم ہے۔ یہاں مناسب ہوگا کہ ہم قرآن وسنت کے حوالے سے حقوق کی تشریح پر ایک نظر ڈالیں جنہیں سماعت کرنے کی "عدلیہ" پابند ٹھہرائی گئی ہے۔

لفظ حق(Right) کی تشریح حقّ حقًا کے معنی کسی امر کے "ثابت "اور" راسخ "ہونے اور امر واقعہ سے اس کی مطابقت اور موافقت کے ہیں۔ گویا ہر ثابت اور امر واقعہ میں موجود شی کو حق کہا جاتا ہے، چنانچہ علامہ شریف الجرجانیرحمہ اللہ حق کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

الحق فی اللغة ہو الثابت الذی لایسوغ انکارہ وفی اصطلاح اہل المعانی ھوالحکم ، المطابق للواقع ویطلق علی الاقوال والعقائد والادیان والمذاہب باعتبار واشتمالہا علی ذلک و یقابلہ الباطل.....(۱)

لغوی طور پر حق ایسی ثابت شدہ شئی ہے جس کا انکار کرنا ممکن نہ ہو اور اہل معانی کی اصطلاح میں ایسا حکم ہے جو امر واقعہ کے مطابق ہو جو اقوال عقائد ادیان اور مذاہب پر بولا جاتا ہے اور اس اعتبار سے وہ باطل کا بالمقابل لفظ ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ صاحب تفسیر کبیر نے حق کے قریب قریب یہی معنی مراد لیتے ہیں وہ فرماتے ہیں

۱۔ التعریفات، ص ۶۱

الثابت الذی لا یسوغ انکاره یقال حق الامر اذا ثبت و وجب.. (۲)

ایسا ثابت شدہ معاملہ جس سے انکار ممکن نہ ہو کہا جاتا ہے حق الامر جب معاملہ ثابت اور واجب ہو جائے۔

نامور محقق الفیروز آبادی نے لغوی طور پر "حق" کے حسب ذیل معانی بیان کیے ہیں:

(۱) اللہ تعالی کا اسم مبارک، اللہ تعالی کی سنت۔ (۲) قرآن مجید (۳) باطل کی ضد اور نقیض (۴) فیصلہ شدہ معاملہ (۵) عدل و انصاف (۶) اسلام (۷) مال و دولت (۸) موجود اور ثابت شدہ شئی (۹) سچائی (۱۰) موت وغیرہ۔ (۳)

ان معانی میں سے عدد ۳، ۴، ۵، ۷ اور ۸ معانی ہمارے زیر بحث مسئلہ سے متعلق ہیں اور عصر حاضر میں حق (بصورت واحد) کا استعمال زیادہ تر اور حقوق (بصورت جمع) کا واحد استعمال اسی مفہوم میں ہوتا ہے حقوق کا یہ تصور یا لفظ حق کا یہ مفہوم خود قرآن مجید کی نصوص پر مبنی ہے، مثال کے طور پر سورۃ البقرہ میں ارشاد باری ہے:

وَلیُملل الّذی عَلیه الحَقُّ وَلیَتقِ اللّٰه رَبه وَلَا یَبخَس منه شَیًا فَاِن کَانَ الّذی عَلَیه الحَقّ سَفِیهًا اَو ضَعِیفًا اَو لَا یَستَطِیعُ اَن یُمِلّ هُوَ فَلیُملل وَلِیّه بالعَدل. (۴)

اور جو شخص قرض لے وہی دستاویز کا مضمون بول کر لکھوائے اور خدا سے کہ اس کا مالک ہے خوف کرے اور زر قرض میں سے کچھ کم نہ لکھوائے اور اگر قرض لینے والا بے عقل یا ضعیف ہو یا مضمون لکھوانے کی اہلیت نہ رکھتا ہو تو جو اس کا ولی ہو وہ انصاف کے ساتھ مضمون لکھوائے۔

یہاں حقوق سے مراد حقوق قرض اور حقوق تداین (باہمی لین دین) ہیں۔ اسی طرح سورۃ ھود میں ہے:

قَالُوا لَقَد عَلِمتَ مَالَنَا فِی بَنَاتِکَ مِن حَقٍ وَاِنکَ لَتَعلَمُ مَانُرِیدُ (۵)

۲- تفسیر کبیر، ۱، ۳۵۴، ۴:۹۸

۳- القاموس المحیط، ۳:۲۱، بذیل مادہ حق

۴- البقرہ: ۲۸۲

۵- ھود: ۷۹

وہ بولے تو جانتا ہے کہ تمہاری بیٹیوں میں ہمارا کوئی حق نہیں اور تو جانتا ہے جو ہم چاہتے ہیں۔

کہ یہاں حق سے مراد "حق زوجیت" ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ہے:

وَلَا تَقتُلُوا النَفسَ الَّتِی حَرمَ اللّٰه اِلَّا بِالحَق(٦)

اور جس جاندار کا مارنا اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے، اسے حق کے سوا قتل نہ کرو۔

اس جگہ حق سے مراد "حق قتل وقصاص" ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ہے:

وَفِی اَموَالِهِم حَق لِلسَّائِلِ وَالمَحرُوم(٧)

اور ان کے مال میں مانگنے والے اور نہ مانگنے والے دونوں کا حق ہے۔

اس جگہ حق سے مراد "حق زکواۃ" اور "حق انفاق فی سبیل اللہ" ہے۔

علیٰ ھذا القیاس ایک اور مقام پر ہے:

كُلُوا مِن ثَمَرِه اِذَا اَثمَرَ وَاٰتُوا حَقَّه يَومَ حَصَادِه(٨)

جب یہ چیزیں پھلیں تو ان کا پھل کھاؤ اور جس دن (پھل توڑو اور کھیتی) کاٹو تو خدا کا بھی اس میں سے حق ادا کرو۔

کہ اس جگہ "حقہ" سے مراد "پیداوار کی "زکواۃ" یعنی "عشر" ہے۔

ان تمام آیات پر غور وفکر کرنے سے حسب ذیل نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔

۱۔ حق (ج: حقوق) سے مراد لوگوں کے ایک دوسرے کے ذمہ واجب الادا حقوق ہیں، مثلاً "قرض، ھبہ، اجارہ، وقف وغیرہ۔

۲۔ اسی طرح اس سے ایسے امور بھی مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں پر فرض کیے گئے ہیں۔ مثلاً نماز، زکواۃ، عشر وغیرہ۔

٦۔ بنی اسرائیل:۳۳

۷۔ الزاریات:۱۹

۸۔ الانعام:۱۴۲

حقوق کی ابدیت پھر جب کوئی "شئی" کسی کے حق کے طور پر ثابت ہوجائے تو وقت کے گزرنے سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اسلام نے مرنے کے بعد کی زندگی اور جزا و سزا کا جو عقیدہ اور نظریہ پیش کیا ہے اس سے ہمارے اس موقف کی بخوبی تائید ہوتی ہے اور واضح ہوتا ہے کہ ثابت ہونے کے بعد کوئی "حق" قیامت تک زندہ رہتا ہے اور اگر کسی نے دنیا میں دوسرے کے حقوق کی ادائیگی نہ کی تو قیامت کے روز اللہ تعالی اس کا محاسبہ کرے گا اور ظالم سے مظلوم کا حق اسے لے کر دیگا۔ اس سلسلے میں قرآن مجید میں نیک اور برے اعمال میں انتہائی باریک بینی سے کام لیے جانے کی خبر دی گئی ہے۔ مثلاً سورۃ الزلزال میں ہے:

فَمَن يَعمَل مثقَالَ ذَرَّةٍ خيراً يَرَه وَمَن يَعمَل مثقَالَ ذَرَّةٍ شراً يَرَه (۹)

تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

اور جیسا کہ معلوم ہے کہ شرعی نقطہ نگاہ سے "برائی" اور "گناہ" میں دوسرے کا حق دبانا غصب کرنا اور ناجائز تسلط کرنا بھی شامل ہے۔ ایک دوسری جگہ اعمال کے تولے جانے کا تذکرہ کیا گیا ہے:

وَالوَزنُ يَومَئذٍ الحَقّ فَمَن ثَقُلَت مَوَازِينُه فَأُولئكَ هُم المُفلحُونَ ۔وَمَن خَفَّت مَوَازِينُه فَأُولئكَ الّذِينَ خَسِرُوا انفُسَهُم بِمَا كَانُواَ بِاٰيتِنَا يَظلمُونَ (۱۰)

اور اس روز (قیامت) اعمال کا تلنا برحق ہے، تو جن لوگوں کے (اعمال کے) وزن بھاری ہوگئے تو وہی نجات پانے والے ہونگے اور جن کے وزن ہلکے ہونگے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے تیئیں خسارے میں ڈالا اس لئے کہ وہ ہماری آیتوں کے بارے میں بے انصافی کرتے تھے۔

یہاں جن "اعمال" کے بھاری اور ہلکے ہونے کا ذکر آیا ہے اس میں بھی اچھے اور برے اعمال شامل ہیں اور اس مقصد کیلئے کہ اس "محاسبے میں" دوسروں کے "ادا طلب "مالیاتی حقوق

۹۔ الزلزال:۸ ۱۰ الاعراف:۹

بھی شامل ہونگے، سورۃ البقرہ کی حسب ذیل آیت کو پیش کیا جاسکتا ہے، کہ ارشاد باری ہے۔

وَمِنَ النَاسِ مَن یُعجِبُکَ قولُہ فی الحَیٰوۃِ الدُنیَا وَیُشھِدُ اللّٰہ علٰی مَافِی قلبِہ وَھُوَ الدُالخصَام . وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فی الَارض لِیُفسِدَ فِیھَا وَیُھلِکَ الحَرثَ وَالنَسلَ وَاللّٰہ لَا یُحِبُ الفَسَاد . وَاِذَا قِیلَ لَہ اتّقِ اللّٰہ اَخَذَتہُ العِزّۃُ بِالِاثمِ فَحَسبُہ جَھنَم وَلَبِئسَ المِھَاد . (۱۱)

اور کوئی شخص ایسا ہے جس کی گفتگو دنیا کی زندگی میں تم کو دلکش معلوم ہوتی ہے اور وہ اپنے فی الضمیر پر خدا کو گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے۔ اور جب وہ پیٹھ پھیر کر چل دیتا ہے تو زمین میں دوڑتا پھرتا ہے، تاکہ اس میں فتنہ انگیزی کرے اور خدا فتنہ انگیزی کو پسند نہیں کرتا اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ خدا سے ڈرو تو غرور اس کو گناہ میں پھنسا دیتا ہے ایسے کو جہنم کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے "قیامت" کے دن میں حقوق کی مکافات کیلئے قرآن مجید کی حسب ذیل آیت سے استدلال کیا ہے:

وَلَا تَحسَبَنّ اللّٰہ غَافِلًا عَمّا یَعمَلُ الظّالِمُونَ اِنّمَا یُؤَخِرُ ھُم لِیَومٍ تَشخَصُ فِیہِ الَابصَارُ . مُھطِعِینَ مُقنِعِی رُءُ وسِھِم (۱۲)

اور (اے اہل ایمان) مت خیال کرنا کہ ظالم جو عمل کر رہے ہیں، خدا ان سے بے خبر ہے وہ ان کو اس دن تک مہلت دے رہا ہے جس دن دہشت کے سبب ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔

اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب المظالم کے دوسرے باب کا آغاز قرآن مجید کی آیت

اَلَا لَعنَۃُ اللّٰہ عَلَی الظّالِمِین (۱۳)

کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہو، سے کیا ہے، جس کی وجہ امام ابن حجر العسقلانی نے یہ بیان کی ہے کہ اس جگہ ظالم سے مراد کسی کا حق "غصب کرنا یا چھین لینا ہے۔ ابن حجر لکھتے ہیں۔

۱۱۔ البخاری کتاب المظالم: عدد ۴۶

۱۲۔ ابراھیم: ۴۲

۱۳۔ الاعراف: ۴۴

والمظالم جمع مظلمة مصدر ظلم يظلم واسم لما اخذ بغير حق والظلم " وضع الشئى فى غير موضعه الشرعى والغصب اخذ حق الغير بغير حق. (۱۴)

اور لفظ مظالم "مظلمة" کی جمع ہے جو "ظلم یظلم" سے مصدر ہے اور اس سے مراد کسی کا حق زیادتی کے ساتھ لینا ہے اور ظلم کسی شئی کو غلط جگہ رکھنے سے عبارت ہے اور دوسرے کا حق ناحق طور پر لینے سے۔

(۲) احادیث نبویہ قرآنی آیات کے ساتھ ساتھ احادیث نبویہ سے بھی اس مضمون پر روشنی پڑتی ہے کہ انسانوں کے حقوق زندہ رہتے ہیں اور اونچ نیچ کی صورت میں قیامت کو ان کا بدلہ لیا جائے گا، چنانچہ صحیح مسلم میں ہے۔

لتودن الحقوق الى اهلها يوم القيامة حتى يقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء (۱۵)

تم سے روز قیامت کو مستحق لوگوں کے حقوق کا بدلہ دیا جائے گا یہاں تک کہ بغیر سینگوں والی بکری، سینگوں والی بکری سے بدلہ لے گی۔

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ان المفلس من امتى ياتى يوم القيامة بصلاة وصيام و زكواة وياتى قدشتم هذا وقذف هذا واكل مال هذا ودم هذا وضرب هذا فيعطى هذا من حسناته فان فنيت حسناته قبل ان تقضى حسناته اخذ من خطاياهم فطرحت عليه ثم طرح فى النار (۱۶)

میری امت میں سے مفلس (غریب) شخص وہ ہے جو قیامت کے دن نماز روزے اور زکواۃ کے ساتھ آئے گا اور آئے گا تو پتہ چلے گا کہ اس نے کسی کو گالی دی تھی، کسی پر تہمت لگائی تھی، کسی کا مال لیا تھا، کسی کا خون بہایا تھا، کس کو مارا تھا تو اس کے بدلے اس کی نیکیاں دی جائیں گی پھر جب اس کی نیکیاں ختم ہوجائیں گی اور ابھی اس پر موجود گناہوں کا

۱۴- فتح الباری، ۵:۶۵- مطبوعہ بیروت
۱۵- مسلم، ۴:۱۹۹۷، ح:۲۵۸۲
۱۶- مسلم، ۴، ۲۵۸۱

باقی ہوگا تو ان کی خطائیں اس پر ڈال دی جائیں گی اور پھر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

اسی طرح بخاری شریف میں ہے۔

اذا خلص المؤمنون من النار حبسو بقنطرة بين الجنة والنار فيتقا صّون مظالم كانت بينهم فی الدينا حتی اذا مانقوا وهذا بوا اذن لهم بدخول الجنة (۱۷)

جب مسلمان جہنم سے نجات پائیں گے تو انہیں جنت اور دوزخ کے درمیان پل پر روک لیا جائے گا پھر وہ ایک دوسرے سے ان مظالم کا بدلہ لیں گے جو دنیا میں انہوں نے ایک دوسرے پر کیے تھے یہاں تک کہ جب وہ صاف ہو جائیں گے تو انہیں جنت میں داخلے کی اجازت دی جائے گی۔

اسی طرح کی ایک اور حدیث ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

من كانت له مظلمة لا خيه من عرضه او شئی فليتحلله منه اليوم قبل ان لا يكون دينار ولا درهمًا ان كان له عمل صالح اخذ منه بقدر مظلمته وان لم تكن له حسنات اخذ من سيئات صاحبته فحمل عليه. (۱۸)

ترجمہ: جس نے اپنے کسی بھائی پر ظلم کیا ہو اس کی عزت یا کسی اور شی کے ساتھ تو اسے چاہیے کہ وہ اس سے آج ہی معافی مانگ لے قبل اس کے کہ وہ دن آئے جب نہ دینار ہوگا اور نہ درھم اور اس کے پاس جو نیک عمل ہوگا وہ اس کے ظلم کے بدلے میں لے لیا جائے گا ورنہ مظلوم کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔

اسی طرح کی ایک اور روایت میں "زمینوں کے حقوق" کی صراحت ہے فرمایا:

من ظلم من الارض شيا طوقه من سبع ارضين (۱۹)

جس نے کسی پر زمین کے بارے میں ظلم کیا تو اس کی گردن میں ساتوں زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا

۱۷- البخاری، المظالم ۴۶/۲، ح: ۲۴۴۰

۱۸- البخاری ۴۶/۱۰، ح: ۲۴۴۹

۱۹- البخاری، ۴۶(۱۳، ح: ۲۴۵۲-۲۴۵۳)

اس تفصیل سے ثابت ہوتا ہے کہ شریعت اسلامیہ میں "حق" کا تصور" ابدی" اور سرمدی حیثیت رکھتا ہے اور وقت گزرنے سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور اگر کسی کا حق قیامت تک زندہ ہو تو اسے دادرسی کا حق ملنا چاہیے۔ لہذا عدالت کو اس کے دعویٰ کی سماعت سے پہلو تہی کرنا جائز نہیں ہے۔ جبکہ زیر نظر ایکٹ بالخصوص اس کی دفعہ ۳ کی رو سے دعویٰ کرنےوالے کے حق کو محدود کر دیا گیا ہے اس لیئے ہمارے خیال میں یہ دفعہ قرآن وسنت میں بیان کردہ "حقوق" کی تشریح سے متصادم ہے۔

حلت وحرمت کے شرعی قوانین کی خلاف ورزی

زیر نظر ایکٹ" کے تحت اگر کسی شئی کے قبضے پر ایک خاص عرصہ یا مدت گزرے جائے تو اس سے اس کے قابضین یا متصرف کے قبضےاور تصرف کو دوام عطا کرنے کی شعوری کوشش کی گئی ہے جس سے حلت وحرمت کے ان شعوری نصوص کی نفی ہوتی ہے، جو قرآن مجید اورسنت نبویہ میں مذکور ہیں۔ قرآن مجید کی روسے حلت کا فیصلہ کرنا خالصتا اللہ تعالی کا کام ہے، بندوں کا نہیں، چنانچہ دو ٹوک الفاظ میں ارشاد باری تعالی ہے:

قُل اَرَئَیتُم مَا اَنزَلَ اللّٰه لَکُم من رزقٍ فَجَعَلتُم مِنه حَرَامًا وَحَلَالاً قُل آٰللّٰه اَذِنَ لَکُم اَم عَلَی اللّٰه تفتَرُون۔ (۲۰)

ترجمہ: (اے پیغمبر) کہ دیجیے کہ بھلا دیکھو تو خدا نے تمہارے لیے جو رزق نازل فرمایا تو تم نے اس میں سے بعض کو حرام ٹھہرایا اور بعض کو حلال ان سے پوچھو کیا خدا نے اس کا تمہیں حکم دیا ہے تم خدا پر افترا کرتے ہو۔

اس طرح کا مضمون حضرت عدی بن حاتم سے مروی ایک حدیث نبوی میں بھی مذکور ہے(۲۱) حلت وحرمت کا دوسرا ضابطہ یہ ہے کہ اس کیلئے "جانبین کی رضامندی" ضروری ہے۔

۲۰- یونس- ۵۹

۲۱- دیکھیئے البخاری- کتاب التفسیر (سورہ توبہ)

يَاَيّهَا الّذِينَ امَنُو لَا تَأكُلُو اَموَالَكُم بَينَكُم بِالبَاطِلِ اِلّا اَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِنكُم. (۲۲)

اے اہل ایمان ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ ہاں اگر آپس کی رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو (تو جائز ہے)

اس سے ثابت ہوا کہ جس مال کے لینے میں دونوں طرف کی رضامندی نہ ہو اس کا لینا جائز نہیں ہوسکتا اور کسی کے ناجائز قبضے یا تصرف سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا۔

مختلف احکام کے ضمن میں مقرر کی جانے والی میعادوں کا جائزہ

اب ہم زیر نظر ایکٹ کی دفعہ ۳ کے تحت "جدول" کے ضمن میں آنے والی صورتوں کا ایک اجمالی جائزہ پیش کرتے ہیں تاکہ یہ پتہ چل سکے کہ اس قانون سے کیا کیا قباحتیں اور خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ ان دفعات پر غور وفکر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان دفعات کو چند حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

ا۔ اولاً انتظامی معاملات اس سے مراد ایسے انتظامی معاملات ہیں جن کی نوعیت عمومی نظم ونسق کی ہے مثلاً حاکم کے کسی فیصلے کے خلاف دوسری عدالت میں نالش یا اپیل کا حق۔ اس قسم کے معاملات چونکہ حاکموں اور انتظامی عہدیداروں کے دائرہ اختیار میں آتے ہیں۔ اس لیے ہمارے خیال میں اس قسم کی میعادیں۔ شرعاً درست اور مناسب ہیں بشرطیکہ اس مدت کے دوران "مدعی" یا مقدمہ کے دوسرے فریق کو کوئی قابل لحاظ عذر یا مجبوری۔ اس اپیل یا مرافعہ سے مانع نہ ہو۔ وجہ یہ ہے کہ۔ علم اور قدرت کے باوجود اس کا اپیل یا مرافعہ سے دانستہ اغماض۔ اس فیصلے پر اس کی رضامندی کی دلیل قرار دیا جاسکتا ہے۔ بایں ہمہ اس اپیل یا مرافعہ کیلئے مسلمانوں کے طویل عہد خلافت میں کوئی مدت یا Limit مقرر نہ تھی۔ عام طور پر یہ بات مسلم تھی کہ ایسی صورت میں معترض یا متاثرہ فریق کو جلد اپیل یا مرافعہ کرنا چاہیے۔

۲۲۔ النساء۔ ۲۹

اس لئے اس جدول میں ایسی دفعات یا شقوں کو درست بجا اور مناسب قرار دیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ اگر کوئی شخص دلائل یا ثبوت پیش کر کے یہ ثابت کردے کہ اس مدت میں اس کی اپیل یا مرافعہ سے اس کے پاس ایک قوی عذر یا مانع موجود تھا، تو عدالت کو اس پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔ اور ایسے شخص کے حق میں قانون میں خصوصی استثناء پیدا کیا جانا ضروری ہے۔

(۲) دیوانی حقوق دوسری قسم اس جدول میں دیوانی حقوق سے متعلق دفعات کی ہے جن پر تفصیلی غور و خوض کی ضرورت ہے۔ ان حقوق کے ضمن میں اس جدول میں جو وقت مقرر کیا گیا ہے اس پر ہمارا موقف وہی ہے جس کا سطور بالامیں ذکر آچکا ہے کہ اگر کسی شخص کا دوسرے شخص پر یا اس کے مملوکہ مال پر ایک مرتبہ حق ثابت اور راسخ ہو جائے تو اس کا یہ حق مرور ایام سے باطل ہوتا ہے اور نہ ہی مطالبے کی تاخیر سے فاسد ہوتا ہے اور چونکہ اس جدول میں مقرر کردہ ٹائم ٹیبل سے بالواسطہ ثابت شدہ اور راسخ شدہ دیوانی حقوق کے ضیاع کا خطرہ پیدا ہوتا ہے۔ لہذا اس پورے قانون اور اس میں تجویز کردہ جدول پر نظر ثانی کی ضرورت ہے تا کہ اس قانون کی بنا پر نہ تو کوئی مقدمہ اپنے جائز حق سے محروم ہو اور نہ ہی کوئی "غیر حق دار" غیر ثابت شدہ حق کا مالک بن جائے۔ اس جدول میں دی گئی بعض دفعات ایسی ہیں جن کے متعلق بالصراحت اس بات کا تذکرہ ملتا ہے کہ مرور ایام سے ان کے ثبوت اور رسوخ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مثال کے طور پر جدول میں دی گئی دفعہ ۷ (بابت تنخواہ ملازم خانگی یا اجرت کاریگر یا مزدور) جس کے تحت اجیر یا ملازم کو مطالبے یا اپیل کیلئے ایک سال کا وقت دیا گیا ہے جبکہ حدیث شریف میں ایک واقعہ مذکور ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بنی اسرائیل کے تین افراد کا ذکر فرمایا جنہوں نے غار میں بند ہوجانے کے بعد اپنی اپنی نیکیوں کا تذکرہ کیا تھا۔ تو ان میں سے ایک شخص کی نیکی یہ تھی کہ اس نے ایک ملازم کی اجرت برسوں کے بعد اسے اس حال میں واپس کی کہ اس کی حقیر سی پونجی بڑھ کر بہت سارے ریوڑ اور بھیڑ بکریاں ہو چکی تھیں اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اس کی معمولی سی رقم کو ایک ریوڑ تک پہنچنے میں ایک مدت صرف ہوئی ہوگی۔ جبکہ زیر نظر ایکٹ کی رو سے وہ ایک سال کے بعد اس کے مطالبے یا نالش کے حق سے ہی محروم ہوجاتا ہے۔ اور اس مدت

کے گزرنے کے بعد کوئی عدالت اس کی اپیل سماعت کرنے کی مجاز نہیں ہے۔ اسی طرح قانون کی دفعہ ۸ (بابت قیمت اشیائے خورد و نوش) اور دفعہ ۹ (بابت کرایہ سرائے، ہوٹل وغیرہ) بھی اسی زمرے میں آتی ہیں کہ ان دفعات سے شریعت کے ثابت شدہ اور راسخ شدہ حکم کو تبدیل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۳) حقوق شفعہ اسی طرح اس جدول میں استقرار حق شفعہ کیلئے (دفعہ ۱۰ کی رو سے) ایک سال تک کا وقت دیا گیا ہے۔ جو ہمارے خیال میں شرعی طور پر اس کیلئے مقررہ میعاد سے اضافہ ہے۔ اس لیے کہ قانون شریعت میں شفعہ کیلئے ضروری ہے کہ "شفیع" کو جیسے ہی اپنے ہمسائے یا شراکت میں کسی غیر منقولہ جائیداد کی فروخت کا علم ہو تو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ پہلی فرصت میں اس کے حصول کیلئے دعوای دائر کردے۔ چنانچہ امام ابو بکر بن مسعود الکاسانی اپنی کتاب "بدائع الصنائع" میں اس مسئلے کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

واما شرطه فهو ان يكون على فورالعلم بالبيع اذا كان قادرا عليه حتى لوعلم بالبيع و سكت عن الطلب مع القدرة عليه بطل حق الشفعة فى روايةالاصل و روى عن محمد انه على المجلس كخيار المخيرة وخيار القبول مالم يقم عن المجلس او يتشاغل عن الطلب بعمل آخرلا تبطل شفعته وله ان يطلب وذكر الكرخى ان هذا اصح الروايتين وجه رواية الاصل ماروى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الشفعه لمن واثبها روى عنه قال انما الشفعه كنشط عقال ان قيد مكانه ثبت والا ذهب وفى بعض الرايات انما الشفعة كحل عقال ان قيد مكانه ثبت والا فاللوم عليه (۲۳)

۲۳- بدائع الصنائع، ۵: ۱۷

الکاسانی نے جن روایات کا ذکر کیا ہے ان میں سے پہلی روایت محدث عبد الرزاق مصنف عبد الرزاق (طبع حبیب الرحمن الاعظمی) (۸: ۸۳ حدیث ٦-۱۴۴) نے روایت کیا ہے۔

ترجمہ: رہی اس کی شرط تو وہ یہ ہے کہ وہ اس کا اظہار بیع کا علم ہونے کے فوراً بعد کرے، بشرطیکہ وہ اس پر قادر ہو حتیٰ کہ اگر اسے بیع کا علم ہو اور وہ اس پر قدرت کے باوجود مطالبے سے باز رہا تو روایت الاصل کے مطابق اس کا حق شفعہ باطل ہو جائے گا اور امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اختیار دی گئی عورت اور خیار قبول کی طرح اس کا اختیار مجلس تک محدود رہے گا یعنی جب تک وہ مجلس سے اٹھ نہ جائے یا کسی اور کام میں مشغول نہ ہو جائے تو اس کا حق شفعہ باطل نہ ہوگا اور اس کو اس کے مطالبے کا حق ہوگا الکرخی نے بیان کیا ہے کہ یہ روایت دونوں روایتوں میں سے صحیح ترین ہے۔ روایت الاصل کی دلیل نبی اکرم ﷺ سے مروی یہ حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا شفعہ کا حق اس شخص کیلئے ہے جو فوراً اس کا مطالبہ کرے اور مروی ہے کہ آپ نے فرمایا شفعہ تو رسی کھلنے کی طرح ہے اگر اس نے اس جگہ میں قید کر دیا تو فبہا ورنہ اس کا یہ حق ختم ہو جاتا ہے اور بعض روایات میں ہے کہ شفعہ تو رسی کھولنے کی طرح ہے کہ اگر تو اسے باندھ دیا جائے تو اپنی جگہ برقرار رہتا ہے ورنہ اس پر ملامت رہ جاتی ہے۔

اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ شفیع کو جیسے ہی علم ہو کہ اس کے حصہ دار یا اس کے ہمسائے نے اپنا مکان یا اپنی اراضی فروخت کر دی ہے تو اس کیلئے فوری رد عمل کا اظہار ضروری ہے اور اگر اس نے ایسے نہ کیا تو اس کا حق شفعہ باطل ہو جائے گا۔ لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا یہ علم ہونے اور کوئی مانع پیش نہ ہونے کی صورت میں ہے لیکن اگر کوئی مانع درپیش ہو مثال کے طور پر شفیع غائب ہو یا اس کو کوئی عذر وغیرہ ہو تو ایسی صورت میں زیادہ عرصہ گزر جانے کے باوجود اس کا حق شفعہ برقرار رہتا ہے۔ اور اس عرصے کی شریعت میں کوئی حد یا Limint نہیں ہے۔ چنانچہ سنن ترمذی میں ہے:

عن جابرؓ بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجار احق شفعة جارہ ینتظر بھا ان کان غائبا اذا کان طریقھما واحدا (۲۴)

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہمسایہ اپنے ہمسائے کے شفعہ کا حقدار ہے اور اگر وہ غائب ہو تو اس کا انتظار کیا جائے بشرطیکہ دونوں کا راستہ ایک ہی ہو۔

۲۴۔ ابو داؤد، ۳:۷۸۸ ح، ۳۵۱۸، الترمذی، احکام، ح۔۱۳۶۰

اسی طرح امام الشعبی اور "الحکم" دونوں سے مروی ہے کہ انہوں نے طویل مدت تک غائب شخص کو شفعہ کا حق دیا ہے(۲۵) جیسے کہ مصنف عبد الرزاق میں ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے شفعہ کا ایک فیصلہ بیع کے ۱۴ سالوں کے بعد دیا تھا(۲۶)

اس سے ثابت ہوا کہ طویل قبضے یا "مدت مزید" گزر جانے سے شریعت کے ہاں حق شفعہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لیکن چونکہ شریعت نے اطلاع ملنے کے فوراً بعد شفیع کو یہ حق دیا ہے۔ لہذا شریعت کی طرف سے حکم ہے کہ شفیع کو اپنے اس اعلان یا اظہار پر فوراً گواہ بنا لینے چاہییں، تاکہ جب وہ عدالت میں مقدمہ دائر کرے تو وہ گواہ وہاں اس بات کی گواہی دیں کہ ان کے سامنے مذکورہ شخص نے اظہار کیا تھا کہ وہ اس اراضی پر شفعہ کرنے والا ہے اور اگر فریق مخالف عدالت میں ثابت کر دے کہ شفیع نے اطلاع ملنے پر سکوت اختیار کر لیا تھا اور وہ اس مجلس کے آخر تک خاموش رہا تھا یا اس نے کسی اور طرح اس بیع پر رضامندی کا اظہار کیا تھا تو اس کا حق شفعہ باطل ہو جاتا ہے۔(۲۷)

اس پس منظر میں قانون میعاد سماعت میں نالش کیلئے جو ایک سال کا وقفہ دیا گیا ہے وہ نظر ثانی کا محتاج ہے۔

(۴) دھوکے اور فراڈ کا امکان

پھر اگرچہ قانون میعاد سماعت میں یہ دعوٰی کیا گیا ہے کہ اس قانون کے بنانے کا مقصد دھوکے اور فراڈ کے امکان کو ختم کرنا ہے ممکن ہے کسی حد تک یہ بات درست ہو لیکن عام طور پر اس قانون کا استعمال اس کے برعکس ہوتا ہے۔ وہ اس طرح کہ کوئی شخص کسی دھوکے اور فریب سے دوسرے شخص کی جائیداد چپکے سے اپنے نام کرا لیتا ہے اور پھر میعاد گزرنے کا انتظار کرتا ہے اور جب میعاد گزر جاتی ہے تو اس کی خلاف دعوٰی کر کے اس سے جائیداد واگزار کر لیتا ہے۔ اور دوسرے فریق کو چونکہ اس کا علم مدت سماعت گزرنے کے بعد ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اس کے خلاف کوئی چارہ جوئی نہیں کر سکتا۔ تو چونکہ اس قانون کے ذریعے بیع و شراء ھبہ اور اسی طرح کے دیگر معاملات میں دھوکے اور فریب کا امکان ہے اس لیے یہ قانون شریعت کی ان نصوص سے متصادم ہے

۲۵۔ مصنف عبد الرزاق، ۸:۱۸، ح۔ ۱۴۳۹۶

۲۶۔ مصنف عبد الرزاق ح: ۱۴۳۹۷

۲۷۔ دیکھیے بدائع الصنائع۔ بمحل مذکور

جن میں دوسروں سے دھوکہ اور فریب کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں دھوکہ دھی منافقین کی شان بیان کی گئی ہے۔

يُخٰدِعُونَ اللّٰهَ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَمَا يَخدَعُونَ اِلَّا اَنفُسَهُم وَمَا يَشعُرُونَ (۲۸)

یہ لوگ اللہ تعالی کو اور مومنوں کو دھوکہ دیتے ہیں مگر حقیقت میں اپنے سوا کسی کو دھوکہ نہیں دیتے اور وہ اس سے بے خبر ہیں۔

دوسری جگہ فرمایا:

اِنَّ المُنَافِقِينَ يُخٰدِعُونَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُم (۲۹)

منافق خدا کو دھوکہ دیتے ہیں (خدا ان کی تدبیروں کو الٹا کر کے) انہیں دھوکہ میں ڈالنے والا ہے۔

اس لیے شریعت کا یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ جس معاملے میں دھوکہ اور فریب ہو وہ جائز نہیں ہوتا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

عن ابی هريرةؓ ان النبیؐ نهی عن بيع الضرر (۳۰)

نبی اکرم ﷺ نے دھوکے والی بیع سے منع فرمایا۔

اس لیے اسلام میں ہر وہ طریقہ ناجائز اور باطل ہے جس میں دوسرے فریق کے خلاف دھوکے یا فریب کا امکان پایا جائے۔ یہاں تفصیل کا موقعہ نہیں۔

(۵) دوسرے شخص کی غلطی کی سزا پھر اس قانون کی اس دفعہ سے دوسرے شخص کی غلطی کی سزا کسی اور کو ملنے کا بھی امکان ہے جیسا کہ اس صورت میں ایسا امکان پیدا ہوتا ہے جب مدعیان کو کوئی شخص غلط مشورہ دیدے جس کی بنا پر مدعیان بروقت اپنا مقدمہ صحیح عدالت میں پیش نہ کر سکیں اور یوں مقدمہ کی سماعت کی تاریخ گزر جائے اس پہلو سے یہ دفعہ قرآن مجید کی حسب ذیل آیات سے متصادم ہے۔

۲۸۔ البقرہ۔ ۹

۲۹۔ النساء۔ ۱۴۲

۳۰۔ مسلم، البیوع، ح ۱۵۱۳

لاَ يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفسًا اِلّا وُسعَهَا لَهَا مَاكَسَبَت وَعَلَيهَامَااكتَسَبَت (۳۱)

اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جو وہ کمائے گا تو اپنے لیے اور جو نقصان کرے گا وہ اس کیلئے۔

اسی طرح دوسری جگہ فرمایا

تِلکَ اُمَّۃٌ قَد خَلَت لَهَا مَا كَسَبَت وَلَكُم مَّا كَسَبتُم وَلَا تُسئَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعمَلُونَ (۳۲)

یہ ایک جماعت گزر چکی، ان کو ان کے اعمال کا بدلہ ملے گا اور تم کو تمہارے اعمال اور جو عمل وہ کرتے تھے ان کی تم سے پوچھ نہ ہوگی۔

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا

وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزرَ اُخرٰی (۳۳)

اور کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

اور یہ شریعت کا بنیادی اصول ہے۔ ہمارے ملک میں چونکہ بیشتر آبادی قانون سے ناواقف ہے۔ اس لئے وہ اس عدالتی چارہ جوئی کیلئے وکلاء کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں اور اگر کسی کا وکیل اسے غلط مشورہ دیدے اور اس کا موکل اس پر عمل پیرا ہو جائے اور باقاعدہ ثابت ہو جائے کہ مدعی سے یہ غلطی اس وکیل کی معرفت ہوئی ہے تو ایسی صورت میں بظاہر غفلت یا کوتاہی کی متعلقہ فریق کو سزا نہیں دی جا سکتی۔

انہی امور کے پیش نظر فقہ اسلامی کی کتابوں میں "میعاد سماعت" کیلئے کوئی کتاب یا کوئی باب نہیں ملتا۔ جن صورتوں میں دعوے کا فوری اظہار ضروری ہے ان میں بھی تاخیر ہو جانے کی صورت میں مقدمہ مسموع ہوتا ہے۔ اور دونوں کے دلائل سننے کے بعد فیصلہ

۳۱۔ البقرہ۔ ۲۸۶

۳۲۔ البقرہ۔ ۱۳۴--۱۴۱

۳۳۔ بنی اسرائیل۔ ۱۵

کیا جاتا ہے اور محض تاخیر ہو جانے سے کسی کو دادرسی سے محروم کرنے کی فقہ اسلامی میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

ان تمام امور کے پیش نظر ہمارا پرزور مطالبہ ہے کہ

۱۔ اس قانون پر نظر ثانی کی جائے اور

۲۔ اس کی تمام دفعات کو دوبارہ مرتب کیا جائے۔